ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

منیر نیازی کے کلام کا کرداری تجزیہ

CHARACTER ANALYSIS OF MUNIR NIAZI'S POETRY

ڈاکٹر صائمہ اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ڈاکٹر روبینہ یاسمین

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

محمد آصف

ایم۔فل اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:

The journey of becoming and living in Pakistan is a very painful one. Since the creation of Pakistan, the journey of tragedies has not stopped, the impact of which is also reflected in literature. Since every creator is nurtured by his environment and society, naturally the same political and social themes appear in his creation in which he is brought up. Obviously, no creation can be written in a vacuum. The purpose is that in the ghazal of Pakistan immediately after, topics such as riots, division of the homeland, migration, killings and looting, homelessness from the homeland, grief of separation from the homeland, separation of loved ones and the expression of familiarity with ancient things, etc. These characters are human and discrete. Their characters include God, Prophets, Angels, Leaders, Guardians, Dreams, Memories, Cities, Covenants, Beloved, Me and You etc. But Munir niazi has presented them all very beautifully.

Key words: Munir Niazi, poetry, ghazal, creation of Pakistan, tragedies, literature, characters.

صنف غزل کی یہ خصوصیت ہے کہ ہر دور میں مقبول اور اہم رہی ہے۔ یہ ایک ایسی مستحکم صنف ہے جو متعدد نامساعد حالات سے نبرد آزما ہو کر بھی زندہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آج غزل کے مفہوم میں نہ صرف تبدیلی آئی ہے بلکہ اس کے کرداروں میں بھی کافی وسعت پیدا ہوئی ہے۔ اب غزل کی دنیا عاشق، معشوق، رقیب، لیلی و مجنوں اور شیریں و فرہاد جیسے روایتی عشقیہ قصوں تک محدود نہیں رہی اور نہ ہی یہ کہہ کر غزل کا مفہوم مکمل کر سکتے ہیں کہ غزل کا مطلب عورتوں سے باتیں کرنا یا حسن و عشق کی باتیں کرنا ہے۔ بلکہ اب غزل کا کرداری حوالے سے دامن وسیع تر ہو گیا ہے۔ نئی غزل کا دامن اپنے آپ میں اتنی وسعت رکھتا ہے کہ اس میں دنیا کے تمام کرداروں کو سمویا جا سکتا ہے۔ آج کی غزل کے عاشق کا کردار قدیم غزل کے عاشق کے کردار سے مختلف ہے جو ''اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا'' کی کیفیت سے دوچار ہے۔

آج کی غزل نہ صرف روایتی مضامین کے مخصوص دائرے سے باہر نکلی ہے بلکہ موضوعات اور افکار کے اعتبار سے بھی متنوع ہوئی ہے۔ آج غزل کے روایتی کردار تبدیل ہو گئے ہیں۔ نئی غزل میں زاہد، ناصح، شیخ، ساقی اور رقیب وغیرہ کا گزر نہیں بلکہ عشق اور اظہار عشق میں جدتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ چنانچہ آج کی غزل میں وہ ترا کوٹھے پہ ننگے پاؤں آنا یاد ہے'' جیسی کیفیات کو مضحکہ خیز ہی سمجھا جائے گا۔ آج کے ناول اور افسانوں کے کرداروں کے قول و فعل میں بھی اگلے زمانے کے فکشن کے کرداروں کے مقابلے بہت واضح فرق اور تضاد نظر آتا ہے۔ پروین شاکر کے اس شعر میں عاشق کا کردار محبوب کی بے وفائی ذکر کرتے ہوئے نئے زمانے کے ایک مسئلے کی طرف توجہ دلاتا ہے:

وہ شہر چھوڑ کے جانا تو کب سے چاہتا تھا
یہ نوکری کا بلاوا تو ایک بہانہ ہوا(۱)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

اور احمد فراز کا یہ شعر دیکھیے:

تو خدا ہے نہ مرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انساں ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں(۲)

چونکہ تخلیق کار یا شاعر سماج کا اہم حصہ ہے،اس لیے وہ سماج میں ہو رہی روز بروز تبدیلیوں کو ذہنی طور پر محسوس کرتا ہے اور اپنے تخیلات اور تصورات کو اپنی تخلیق کا موضوع بناتا ہے جو اس کے ماحول اور معاشرے کے پروردہ ہوتے ہیں۔ تخلیق کرتے وقت وہ شبلی اور حالی کے تنقیدی تصورات ''شعر العجم'' اور ''مقدمہ شعر و شاعری'' سے روشنی حاصل نہیں کرتا۔اور نہ ہی اسے کلیم الدین احمد اور عظمت اللہ خاں جیسے سخت گیر ناقدین کی پروا رہتی ہے۔اس کے ذہن و قلب پر صرف وہی اثرات منڈلاتے ہیں جو اس کے سماج پر حاوی ہیں۔آج شعر و ادب کی کوئی بھی صنف سماجی سرگرمیوں سے انحراف نہیں کر سکتی۔اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ شعر و ادب سماج کا آئینہ دار ہے۔اختر حسین رائے پوری اپنے مضمون ''ادب اور زندگی'' میں لکھتے ہیں:

''زندگی کے مقاصد سے ہٹ کر ادب نہ اپنی منزل تلاش کر سکتا ہے اور نہ یہ ممکن ہے۔زندگی کی روانی اسے اپنے ساتھ چلنے کے لئے مجبور کرتی ہے۔۔۔ ایک انسان اور ایک ادیب کے فرائض و مقاصد ہے کہ ایک اپنے ماحول کی ترجمانی کرتا ہے اور دوسرا اس سے متاثر ہوتا ہے۔''(۳)

تقسیم وطن کے دوران سیاسی و معاشی حالات بہت خراب ہو چکے تھے۔چار سو قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا اور انسان ہمیشہ ان دیکھی دنیاؤں کو دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے پری کے قصے،دیو،جادو مشرق مغرب میں یکساں مقبولیت رکھتے ہیں۔اس لیے مافوق الفطرت کرداروں کو شعر کا موضوع بنانے یا ادب میں داخل کرنے پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔یہ کردار نہ صرف نثر میں مقبول ہوئے بلکہ منظوم قصوں میں بھی کبھی انہیں مقبولیت ملی۔ڈرائیڈن نے اس قسم کی شاعری کو Merry way of writing کا نام دیا ہے اس کا خیال ہے ایک شاعر اصلیت اور واقعیت کا پابند نہیں نہ وہ تاریخ کے قانون میں جکڑا ہوا ہے۔وہ اپنے تخیل کو ایک وسیع تر میدان عطا کر سکتا ہے۔(۴) کہانی کار کرداروں کی تخلیق کرتے وقت مہارت سے کام کرتا ہے۔جگدیش چندر ودھان کی رائے کے مطابق:

'' کردار نگاری کے لیے ضروری ہے کہ فنکار مخصوص مہارت کا حامل ہو وہ بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی رکھتا ہو اس کی نگاہ دور رس اور دور بیں مشاہدات، تجربات، واقعات اور سانحات سے صحیح نتائج اخذ کرنے کی استعداد رکھتا ہو پھر وہ تحلیل نفسی سے اپنے کرداروں کے باطن کے نہاں خانوں میں جھانک کر دیکھنے کی صلاحیت سے بھی بہرہ ور ہو''(۵)

قصے کہانی میں کردار کی اساس اہمیت کے پیش نظر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کے لغوی اور اصلاحی مفاہیم کی روشنی میں اردو ادب میں اس کی ضرورت اور معنویت کو اجاگر کیا جائے مختلف انسائیکلوپیڈیاز، ڈکشنریوں اور اردو لغات میں اس لفظ کے جو مطالب بیان ہوئے ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

''کشاف تنقیدی اصطلاحات'' میں کردار کی تعریف کے ضمن میں لکھا ہے:

''کہانی کے واقعات جن افراد قصہ کو پیش آتے ہیں انھیں اصلاح میں کردار کہا جاتا ہے۔'(6)

''اردو لغت تاریخی اصول پر'' جلد چہارم میں ''کردار'' کا مفہوم چال چلن اور سیرت بتایا گیا ہے۔''خاور نامہ'' میں لفظ کردار انہی معنوں میں استعمال ہوا مثلاً

(1) روش، چال، چلن، سیرت

(2) فعل، عمل، کام

(3) ناول یا ڈرامہ کی شخصیت، وہ افراد جن کو کہانی کے واقعات پیش آتے ہیں نیز ایکٹر کا پارٹ یا کام

غزل میں بات براہ راست کہنے کی بجائے اشارات و تمثیلات اور مختلف علائم و رموز کے ذریعے کی جاسکتی ہے یہاں لیلیٰ مجنوں، دار و منصور، طور و کلیم، بلبل و گل شمع و پروانہ، مرغ و قفس، برق و شرر، شاخ و آشیاں، جام و صیاد، دام و صیاد، دیوانہ صحرا، منزل و کارواں محض لفظی ترکیبیں نہیں ہیں بلکہ شعری روایت کے مخصوص علائم و رموز ہیں غزل کی علامتیں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

اسے زماں و مکاں سے ماورا ہوئے عہد بہ عہد بہ معانی بنا رہی ہیں یہ استعارے علامتیں کسی ایک عہد کی یادگار نہیں بلکہ فارسی غزل سے اردو غزل تک اور قدیم سے جدید تک ان کا سلسلہ جاری ہے۔

ڈاکٹر سنبل نگار کی رائے میں:

''اردو غزل میں لفظ تو وہی ستعمال ہوتے رہے عاشق، معتوق، رقیب، ہجر و وصال لیکن معانی بدلتے رہے اپنے عہد کے شاعر فیض کی مثال ہے ان کی شاعری میں یہ علامتیں ضرور استعمال ہوئی ہیں مگر ان کے معنی مختلف ہیں مثلاً معشوق سے مراد ملک و قوم کے دشمن، عشق سے مراد محب وطن اور رقیب سے مراد ملک و قوم کے دشمن۔''(۷)

شاعری میں کردار نگاری ایک خاص تکنیکی حربہ ہے شاعر جو گفتگو براہ راست نہیں کر سکتا وہ بات کرداروں کی زبانی کہلوا سکتا ہے گو کہ شاعری میں اور بالمخصوص غزل میں کردار نگاری ڈراما اور فنکشن سے یکسر مختلف ہے لیکن اس کی اہمیت سے انکار نہیں یہ تخلیق کو یقیناً موثر بناتی ہے۔

جیاں تک کردار نگاری میں مختلف فنی البعاد Dimension کا تعلق ہے غزل میں کردار نگاری میں فنی ابعاد بہت کم ملتے ہیں تاہم کہیں غزل کا واحد متکلم عاشق کا کردار خود کلامی کرتا ہے یا کوئی ایک کردار دوسرے کردار سے مکالمہ کرتا ہے یعنی عاشق محبوب سے یا محبوب عاشق سے، عاشق رقیب سے یا رقیب محبوب سے یا پھر عاشق ناصح یا واعظ سے مخاطب ہوتا ہے۔

غزل میں مرکزی کردار شاعر کا اپنا کردار ہے جو ایک بڑے تناآور درخت کی طرح مرکزی سطح پر ہر زمانے، عہد اور دور میں برقرار رہا ہے جس طرح ایک درخت کے تنے سے بہت ساری شاخیں جگہ جگہ سے نکلتی رہتی ہیں اسی طرح موقع و مناسبت کے حوالے۔ غزل میں لکھنے والے مرکزی کردار کے ساتھ ساتھ بہت سارے دوسرے کردار بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں اور شاعر کے داخلی احساسات اور باطنی مشاہدات کی ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیتے رہتے ہیں۔

ان کرداروں کو گرائمر کے حوالے سے یوں بھی لکھا جا سکتا ہے کہ دنیا بھر کی زبانوں میں بیان اور مکالمے کا سارا عمل تین ضمیروں سے مکمل ہوتا ہے ''میں، تم اور وہ'' گفتگو کا سارا عمل کہنے والے سے شروع ہوتا ہے سننے والے پر مکمل ہوتا ہے اور جن کے بارے میں اپنی معنویت کی نشان دہی کرتا ہے غزل کے متنوع موضوعات کے سبب اس میں کئی کردار آ جاتے ہیں حسن و عشق اور مسائل تصوف کلاسیکی غزل کے بڑے موضوعات ہیں اور غزل کا واحد متکلم ان موضوعات میں رہ کر عاشق حقیقی یا عاشق مجازی کی شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے اس عاشق کا ایک محبوب ضرور ہوتا ہے جس کی محبت میں ہر لمحہ سرشار رہتا ہے یوں غزل میں ان دو بنیادی کرداروں کے سبب دیگر کئی کردار غزل میں چلے آتے ہیں۔

غزل میں ادبی طور پر سب سے بڑے کردار ''میں'' اور ''تم'' ہیں لیکن جب بنظر عائر پوری غزل کا مطالعہ کیا جائے تو سب سے بڑا عددی ذخیرہ ''وہ'' کے حوالے سے سامنے آتا ہے یہ کردار کہنے اور سننے والے کے ساتھ ساتھ گفتگو میں ہمیشہ موجود رہا ہے اس پراسرار اور دل آویز کردار نے متعدد کرداروں کا ایک جہان آباد کر دیا ہے۔ اب ہم منیر نیازی کے کلام میں کرداروں کا جائزہ لیتے ہیں۔

منیر نیازی:

منیر نیازی کی غزل کا مرکزی محور یاد اور خواب ہے یادوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جو شاعری کے راستے میں ان کا ہمسفر ہے خواب راستوں کے متعلق وہ خود کہتے ہیں۔

"میں ایسا شہر بسانا چاہتا ہوں جس کی حدیں آسمان سے مل رہی ہوں میں شہر بہشت سے تم سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔''(۸)

اس شہر سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں سراج منیر لکھتے ہیں:

منیر کے ہاں جو خواب کا یہ شہر ہے کہ جس کی حدیں لامکاں سے مل جاتی ہیں، میں نے ایک بار منیر سے اس بارے میں پوچھا تھا تو اس نے کہا، اسے تم پاکستان سمجھ لو متفق لوگوں کی بستی ہو گا یا تم اسے قریہ محمد ﷺ کا نام دے لو اس طرح منیر نے یاد سے ایک خواب تشکیل کیا وہ شہرہ گل جس کے خواب میں سچے شاعر رہتے ہیں۔''(۹)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

منیر کی غزل میں نبی اکرم ﷺ اور قربہ محمد ﷺ کا ذکر کئی مواقع پر موجود ہے، جہاں منیر کی سایہ دامان احمد ﷺ میں بیٹھنے کی خواہش کا اظہار ہے۔اس طرح حضور پاک ؐ کی ذات مبارکہ بھی کرداری شکل میں موجود ہے۔ منیر نیازی لکھتے ہیں۔

منیر شہر محمد ﷺ میں جاکے دیکھیں ذرا
بلاو کفر میں خود کو بہت گنوادیکھا(۱۰)

بیٹھ جائیں سایہ دامان احمد ﷺ میں منیرؔ
اور پھر سوچیں وہ باتیں جن کو ہونا ہے ابھی(۱۱)

فروغ اسم محمد ﷺ بستیوں میں منیرؔ
قدیم یاد، نئے مسکنوں سے پیدا ہو(۱۲)

عشق حقیقی اور عشق مجازی غزل کے دو اہم موضوعات ہیں اور منیر اپنے اشعار میں خدائے واحد سے مخاطب ہیں۔اس طرح ذات خداوندی آپ کی شاعری کا ایک بہت بڑا کردار ہے

قدیم قریوں میں موجود تُو خدائے قدیم
جدید شہروں میں بھی تجھ کو رونما دیکھا(۱۳)

باندھے ہوئے ہیں وقت سبھی اس کے حکم میں
ہے جس خدا کے ہاتھ میں کارِ نظامِ شام(۱۴)

اب مجازی عشق میں روایتی انداز میں محبوب کی توصیف اور اس کی سراپا نگاری بھی کرتے ہیں اور مجازی محبوب آپ کی شاعری کا ایک بہت اہم کردار ہے

اک جھلک دیکھی تھی اس روئے دل آرا کی کبھی
پھر نہ آنکھوں سے وہ ایسا دلربا منظر گیا(۱۵)

آیا وہ بام پر تو کچھ ایسا لگا منیر
جیسے فلک پر رنگ کا بازار کھل گیا(۱۶)

پتھر کا اس کا دل ہے تو مخمل کا اس کا جسم
میداں ہے اس کی آنکھ میں، بادل کا اس کا جسم(۱۷)

محبوب سے ملاقات کا حیاتی رُخ بھی نمایاں ہے:

ملائمت ہے اندھیرے میں اُس کی سانسوں سے
دمک رہی ہیں وہ آنکھیں ہرے نگیں کی طرح(۱۸)

منیر نیازی کی غزل میں عاشق کا کردار غالب کی طرح انا پسند اور خوددار ہے وقت گزرنے کے بعد پچھتا رہا ہے لیکن محبوب کے سامنے اپنی خودداری کو قائم رکھتا ہے

اگر روک لیتے تو جاتا نہ وہ
مگر ہم بھی اپنی ہواؤں میں تھے (۱۹)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

جدید غزل میں ایک رجحان کلاسیکی غزل کے برعکس سامنے آیا ہے کہ اس میں فریق ثانی بھی ہجر کے صدمات میں برابر کا شریک ہے۔اب صرف عاشق ہی آہیں نہیں بھرتا بلکہ محبوب بھی آہیں بھرتا دکھائی دیتا ہے۔چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ منیر کا محبوب بھ ہر جائی نہیں تھا بلکہ وقت اور حالات کے ہاتھوں مجبور تھا ے

کل میں نے اس کو دیکھا تو دیکھا نہیں گیا
مجھ سے بچھڑ کے وہ بھی بہت غم سے چُور تھا(۲۰)

اس کو بھی جا کر دیکھو اس کا حال بھی مجھ سا ہے
چپ چپ رہ کر دکھ سہنے سے تو انسان مر جاتا ہے(۲۱)

منیر نیازی سادہ سے انداز میں ساری باتیں کر جاتا ہے۔اپنے جذبات اپنے کرداروں کے ذریعے بیان کر دیتا ہے۔قاری کو لگتا ہے کہ یہ تو سادہ سی باتیں ہیں۔احمد ندیم قاسمی نے اس بارے میں درست لکھا ہے کہ :

"ہماری جدید شاعری کا المیہ یہ ہے کہ جیسے شعراء اپنے قاری سے کچھ چھپانے کی ریاضت میں مصروف ہیں ان کے برعکس منیر نے سب کچھ برملا کہنے کی ریاضت میں مصروف ہیں وہ یوں بولتا ہے جیسے کوئی راز کھول رہا ہے عام قاری کا پہلا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ شاعر تو بالکل سامنے کی بات کہہ گیا۔"(۲۲)

منیر کی غزل میں ''میں''اور''وہ'' کے کردار ان کے مفہوم کا گہرا ابلاغ کرتے ہیں منیر اس دنیا کے رسوم ورواج بدلنا چاہتے ہیں مگر اس عمل میں ناکامی کے بعد اپنی ذات کی بے بسی کو شعری پیکر میں ڈھال دیتے ہیں یہاں ''میں'' کا کردار اجتماعی رویوں پر بھرپور شکل میں سامنے آتا ہے۔

دوسرا اہم کردار'' وہ'' ہے۔

آواز دے کر دیکھ لو شاید وہ مل ہی جائے
ورنہ یہ عمر بھر کا سفر رائیگاں تو ہے(۲۳)

منیر نیازی کے ہاں خوف، دہشت اور سخت بے ایمانی کی کیفیت پائی جاتی ہے لا حاصل اور تنہائی کا احساس بہت گہرا ہے جو طلسماتی تجربے بیان کر رہی ہے قاری کو ان سے بہت دلچسپی ہے زندگی کی اس معنویت میں وہ ظلم اور جبر کے خلاف ہلکا احتجاج بھی کرتے ہیں ریاستی جبر اور معاشرتی رویوں کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے وہ رہبر اور پاسبان کو ہدف تنقید بنا رہے ہیں۔اس طرح رہبر اور پاسبان کا کردار مختلف انداز میں سامنے آتا ہے۔

راہبر میرا بنا گمراہ کرنے کے لیے!!
مجھ کو سیدھے راستے سے دربدر اُس نے کیا(۲۴)

نام بے حد تھے مگر ان کا نشاں کوئی نہ تھا
بستیاں ہی بستیاں تھیں پاسباں کوئی نہ تھا(۲۵)

محبوب کو ایک مدت کے بعد دیکھا تو دل کی کیا دھڑکن ہوئی

مدت کے بعد آج اسے دیکھ کر منیر
اک بار تو دل دھڑکا مگر پھر سنبھل گیا(۲۶)

محبوب سے ملنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں ے

ملنا تھا اک بار اسے پھر کہیں منیر
ایسا میں چاہتا تھا پر ایسا نہیں ہوا(۲۷)

منیر خواب کو بھی کرداری شکل میں بیان کرتے ہیں۔خوابوں کی کیفیت کچھ یوں بیان کرتے ہیں

خواب ہوتے ہی دیکھنے کے لیے
ان میں جا کر مگر رہا نہ کرو(۲۸)

منیر اپنی مشکلات کو بھی کرداری شکل میں بیان کرتے ہیں۔خوبصورت انداز میں اپنی مشکلات کو دریا سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک کے بعد ایک مشکل کس طرح پیش آئی

اک اور دریا کا سامنا تھا منیر مجھ کو
میں اک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا(۲۹)

منیر نیازی کا زمانہ،شہر اور ان کا عہد ہلاکت زدہ تھا جس کی وجہ سے ان پر جو گہرا اثر پڑا،وہ غم ان کی شاعری میں نظر آتا ہے۔یہ زمانہ،شہر اور ان کا عہد بھی ایک کردار کی شکل میں ان کی شاعری میں موجود ہے۔بقول انتظار حسین:

"منیر نیازی،عہد کی شاعری کرنے والوں سے زیادہ عہد کا شاعر نظر آتا ہے وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے عہد کے اندر رہ کر ایک آفت زدہ شہر دریافت کیا ہے منیر نیازی کا عہد منیر نیازی کا کوفہ ہے پھر شہر کا ذکر بھی معنی رکھتا ہے اس سے شاعر کا اپنے ارد گرد کے ساتھ گہرے رشتے کا پتہ چلتا ہے۔" (۳۰)

منیر نیازی اپنے گردوپیش کی منفیت سے مایوس نہیں ہوتے بلکہ ایسے دردانگیز حالات میں بھی مستقبل کی امید رکھتے ہیں۔وہ بہار کو خوشیوں کی علامت قرار دے کے کہتے ہیں کہ اس شہر میں ایک نہ ایک دن خوشیاں لوٹ آئیں گی۔ مثلاً

آئیں گی پھر بہار اس شہر میں منیر
تقدیر اس نگر کی فقط خاروخس نہیں(۳۱)

احمد ندیم قاسمی کے بقول:

"منیر نیازی کی شاعری ظاہر بہت سلیس اور بہت سیدھی سادی ہے مگر بین السطور اتنی گمبھیر ہے جیسے "اناالحق" کا نعرہ بظاہر بہت سادہ تھا مگر اس کے عقب میں انسان کی روحانی اور وجدانی واردات کی کائناتیں آباد تھیں۔"(۳۲)

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے بننے اور بسنے کا جو سفر ہے وہ خاصہ پُردرد ہے۔پاکستان کے تشکیل پانے سے لے کر اب تک سانحوں کا سفر تھما نہیں ہے جس کا اثر ادب میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔چونکہ ہر تخلیق کار اپنے ماحول اور معاشرے کا پروردہ ہوتا ہے،تو فطری طور پر اس کی تخلیق میں وہی سیاسی و سماجی موضوعات ظاہر ہوتے ہیں جس میں وہ پرورش پاتا ہے،ظاہر ہے کوئی بھی تخلیق خلا میں نہیں لکھی جا سکتی۔غرض یہ کہ پاکستان کے فوراًبعد کی غزل میں فساد تقسیمِ وطن،ہجرت قتل وغارت گری،وطن سے بے گھری،وطن سے بچھڑنے کا غم،عزیز و اقارب کی جدائی اور قدیمی چیزوں سے انسیت کا اظہار وغیرہ جیسے موضوعات سامنے آتے ہیں،جس سے اس دور کی غزل میں غم و مایوسی کا شدید طور پر احساس ہوتا ہے۔منیر نیازی نے بھی حالات اور واقعات کے پیشِ نظر مختلف کرداروں کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔یہ کردار انسانی بھی ہیں اور مجرد بھی ہیں۔ان کے کردار خدا،انبیاء،فرشتوں،رہبر،پاسبان،خواب،یادیں،شہر،عہد،محبوب،میں اور تو وغیرہ پر مشتمل ہیں۔لیکن منیر نیازی نے ان سب کو بہت خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ پروین شاکر،خوشبو،لکھنؤ:تنویر پریس،۱۹۸۰ء،ص:۳۴
۲۔ احمد فراز،کلیات احمد فراز،دہلی:فرید بک ڈپو،۲۰۱۰ء،ص:۵۰
۳۔ قمر رئیس،سید عاشور کاظمی(مرتبین)،ترقی پسند ادب پچاس سالہ سفر،نئی دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۱۹۹۴ء،ص:۱۵۹
۴۔ ابواللیث صدیقی،ڈاکٹر،غزل اور متغزلین،لاہور:مطبوعہ اُردو مرکز،۱۹۵۴ء،ص:۲۹

JAHAN E TAHQEEQ جہانِ تحقیق
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

۵۔ جگدیش چندر ودھاون، کرشن چندر شخصیت اور فن، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۳ء، ص: ۲۷۴

۶۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، مرتب: کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص: ۱۴۵

۷۔ سنبل نگار، ڈاکٹر، اُردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۵ء، ص: ۸۷

۸۔ انتظار حسین، ملاقاتیں، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۸۸ء، ص: ۱۰۷

۹۔ سراج منیر، یہ چراغ دست فنا کا ہے، مشمولہ: معاصر، اگست ۱۹۸۳ء، ص: ۴۹۱

۱۰۔ منیر نیازی، کلیاتِ منیر نیازی، ماہ منیر، بار چہارم، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۹۳ء، ص: ۸۶

۱۱۔ منیر نیازی، چھ رنگین دروازے، لاہور: مکتبہ منیر، ص: ۳۹

۱۲۔ منیر نیازی، دشمنوں کے درمیاں شام، لکھنؤ: کتاب نگر، ۱۹۷۵ء، ص: ۶۴

۱۳۔ منیر نیازی، ماہِ منیر، ص: ۸۶

۱۴۔ ایضاً، ص: ۱۶

۱۵۔ ایضاً، ص: ۵۵

۱۶۔ ایضاً، ص: ۶۲

۱۷۔ منیر نیازی، چھ رنگیں دروازے، ص: ۷۸

۱۸۔ منیر نیازی، کلیاتِ منیر نیازی، ماہِ منیر، ص: ۸۱

۱۹۔ منیر نیازی، جنگل میں دھنک، لاہور: ماورا بکس، ۱۹۹۳ء، ص: ۹۳

۲۰۔ ایضاً، ص: ۹۳

۲۱۔ ایضاً، ص: ۸۸

۲۲۔ احمد ندیم قاسمی، منیر نیازی، ''ماہ منیر''، میں، مشمولہ: فنون ۱۹۷۴ء، ص: ۲۵

۲۳۔ منیر نیازی، دشمنوں کے درمیان شام، ص: ۴۶

۲۴۔ منیر نیازی، کلیاتِ منیر نیازی، ماہِ منیر، ص: ۲۲۱

۲۵۔ ایضاً، ص: ۴۲۲

۲۶۔ ایضاً، ص: ۷۸

۲۷۔ ایضاً، ص: ۵۳

۲۸۔ ایضاً، ص: ۳۲۱

۲۹۔ ایضاً، ص: ۲۰۲

۳۰۔ انتظار حسین، دیباچہ، دشمنوں کے درمیان شام، از منیر نیازی، ص: ۵

۳۱۔ منیر نیازی، کلیاتِ منیر نیازی، ماہِ منیر، ص: ۵۳۱

۳۲۔ احمد ندیم قاسمی، منیر کی منور شاعری، چھ رنگیں دروازے، مشمولہ: کلیاتِ منیر نیازی، ص: ۱۲

References in Roman Script:

1. Parvin Shakir, Khushboo, Lucknow: Tanveer Press, 1980, p.34

2. Ahmad Faraz, Kulyat Ahmad Faraz, Delhi: Farid Book Depot, 2010, p:50

3. Qamar Rais, Syed Ashoor Kazmi (Editor), Progressive Literature Fifty Years Journey, New Delhi: Educational Publishing House, 1994, p:159

4. Abul Lais Siddiqui, Doctor, Ghazal and Mutghazleen, Lahore: Urdu Center Press, 1954, p:29

5. Jagdish Chandra Vidhavan, Krishna Chandra Personality and Art, Lahore: Nigarish, 1993, p:274

6. Abul Ijaz Hafeez Siddiqui, muratab: Kashaf tanqeedi istalahaat, Islamabad: Muqtadra Qaumi zuban, 1985, p.145

7. Sambal Nagar, Dr., Urdu Poetry ka tanqeedi jaizha, Aligarh: Educational Book House, 1995, p:87

8. Intizar Hussain, Mulaqatain, Lahore: Maktaba Alia, 1988, p.107

9. Siraj Munir,Charagh dist fina ka , mashmola : muaser, August 1983, p: 491

10. Munir Niazi, Kilyat-i Munir Niazi, Mah Munir, Bar IV, Lahore: Mawra Publishers, 1993, p:86

11. Munir Niazi, chah rangeen dirwazy, Lahore: Maktaba Munir, p:39

12. Munir Niazi, Dushmanoon ky darmiaan shaam, Lucknow: Kitab Nagar, 1975, p.64

13. Munir Niazi Mah Munir, p.86

14. Ibid,p:16

15. Ibid,p:55

16. Ibid,p:63

17. Munir Niazi, chah rangeen dirwazy, p.78

18. Munir Niazi, Kilyat-i Munir Niazi, Mah-i Munir, p.81

19. Munir Niazi, Jungle Me Dhunk, Lahore: Mawra Books, 1993, p.93

20. Ibid,p:93

21. Ibid,p:88

22. Ahmad Nadeem Qasmi, Munir Niazi, "Mah Munir", mashmola: Funun 1974, p:25

23. Muni Niazi, , Dushmanoon ky darmiaan shaam, p. 46

24. Munir Niazi, Kilyat-i Munir Niazi, Mah-i Munir, p. 221

25. Ibid,p:422

26. Ibid,p:78

27. Ibid,p:53

28. Ibid,p:321

29. Ibid,p:202

30. Intar Hussain, Preface, Dushmanoon ky darmiaan shaam, by Munir Niazi, p.5

31. Munir Niazi, Kilyat-i Munir Niazi, Mah-i Munir, p.531

32. Ahmad Nadeem Qasmi, Muni ki munawar shairy , chah rangeen dirwazy, Contents: Munir Niazi's Kalyat, p.12